اہل حدیث مجاہدین آزادی

از

فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضی رحمہ اللہ

صوبائی جمعیت اہلِ حدیث ممبئی

اداریہ

اہل حدیث مجاہدین آزادی

محمد مقیم فیضی

یہ ٹھیک ہے کہ اسلام میں دنوں اور سالوں کے منانے کی گنجائش نہیں ہے مگر جب لوگ ان دنوں کو تاریخی غلط فہمیاں پھیلانے اور حقائق کو مسخ کرنے کا ذریعہ بنالیں، سیاہ کو سپید اور سپید کو سیاہ بتانے لگیں۔ کارنامے انجام دینے والوں کو مجرموں کی صفوں میں کھڑا کرنے لگیں، اور کارناموں سے تہی دامن لوگوں کے سر کامیابیوں کا سہرا باندھنے لگیں تو بھی چپ سادھے بیٹھے رہنا کہاں کی دانشمندی ہے، اور یہاں اسلام کب حقائق کی نقاب کشائی سے روکتا ہے؟

پھر غیروں کی حقائق کشی اور تاریخ سازی کا رونا کیا روئیں، یہاں تو جو اپنوں میں ہمارے غیر ہیں ان کی کرم فرمائیاں کیا کم ہیں۔ ان کے سیکولر دانشوروں تک کا معاملہ یہ ہے کہ جب ان کے حلقے کے بزرگوں کا ذکر ہوتا ہے (تاریخی حقیقت کچھ بھی ہو)، ان کے کارنامے گنائے جاتے ہیں تو وہ خوب چہکتے رہتے ہیں، مگر جیسے ہی کسی اہل حدیث کا نام آیا ان کے مزاج کا اکثریتی پہلو فوراً سامنے آجاتا ہے، انہیں تنگ نظری اور تعصب تلاش کرنے کے لئے کسی خوردبین کی ضرورت نہیں پڑتی ہے، طرح طرح کی نصیحتیں اور مشورے شروع ہوجاتے ہیں، مگر اپنی مجلسوں میں انہیں اس طرح کا ایک بھی جملہ بولنے کی ضرورت کبھی نہیں محسوس ہوتی، ہمارا اپنی مجلسوں میں بھی اپنے بزرگوں کا ذکر کرنا، ان کے سچے اور حقیقی کارناموں کا بغیر کسی دیگر کی تجریح کے بیان کرنا بھی انہیں امت میں اختلاف کو ہوا دینے کا عمل لگنے لگتا ہے، اور ان کی مصلحانہ رگ حمیت پھڑکنے لگتی ہے۔ جبکہ ان کے مفتیان کرام اور اجلہ مورخین حقیقت بیانی کے نام پر چاہے جتنی خوش فعلیاں کریں، مشق ناز کریں، نوازشیں فرمائیں انہیں سب کچھ نارمل نظر آتا ہے۔ تاریخ بیان کریں یا بنائیں انہیں کچھ فرق نہیں پڑتا، اس پر انہیں مرحبا اور آفریں کی صدائیں ہی سننے کو ملتی ہیں۔ ادھر اپنے دانشوری گزیدہ لڑکوں کا عالم یہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ سیکولر ولبرل ہیں۔ اپنے علماء کی حقیقت بیانی میں خواہ وہ کتنی ہی مہذب وروادار ہو، اختلاف، تعصب، تنگ نظری، پسماندگی محسوس کرلینے کا حاسہ ان میں بہت تیز نظر آتا ہے اور ان کا یہ عمل انہیں اپنی وسعت قلبی، روشن خیالی، اور صلح کلی والے موقف کے لئے سراپا چیلنج نظر آنے لگتا ہے۔

دراصل اس مرعوبیت کا سبب اپنے متعلق حد سے بڑھی ہوئی غلط فہمی اور اظہار قابلیت کے باوجود حقائق سے ناواقفیت کے سوا کچھ نہیں ہے، نہ ان میں اسی بات کی فہم ہے کہ زمانہ کس قیامت کی چال چل رہا ہے اسی لئے وہ دوسرے کے بچھائے جال میں بہ آسانی پھنس جاتے ہیں اور جو کام انہیں خود کرنا چاہیے تھا اسے دوسروں کا کرنا بھی انہیں گوارا اور برداشت نہیں ہوتا۔

کم از کم دوسروں سے تو سبق لیجئے! جب کوئی مناسبت آتی

ہے ان کا عالم وغیر عالم طبقہ سب کا سب اپنی تاریخ اور کارنامے لئے تمام اخباروں، رسالوں اور میڈیا کے ذرائع میں اپنی حاضری پوری طرح درج کراتا ہے، مگر ہمارے افراد کا عالم یہ ہے کہ انہیں باہمی تنقیص اور دل کے پھپھولے پھوڑنے سے ہی فرصت نہیں ہوتی حد درجہ تعمیری صلاحیتیں بیشتر تخریب ہی میں صرف ہوتی نظر آتی ہیں۔ خود اپنے رسالوں اور پرچوں تک میں اپنے مجاہدین آزادی اور حریت کے سورماؤں کا ذکر نہیں ہوتا ہے، نئی نسل کو امام اسماعیل دہلوی سے نذیر حسین محدث دہلوی اور ان کے تلامذہ و متعلقین تک کوئی بھی آزادی کی تاریخ میں قابل ذکر نظر نہیں آتا ہے۔ غیروں نے جتنا اپنے بزرگوں کا ذکر کیا ہم اسی قدر خاموش رہے، حالانکہ اصول بقا کا یہ رنگ ہم دیکھتے آرہے ہیں کہ جو بولنا بند کردیتا ہے وہ فراموش کردیا جاتا ہے۔ اگر سو آدمی ایک ایک بزرگ کو لے لیں تو بھی ہر سال بہت سے بزرگوں کا نام اور کارنامہ لوگوں کو معلوم ہوجائے گا، نیز ان کی ملی خدمات کے پہلو رنگارنگ ہیں، ان کی تاریخ محض کسی فوج یا حکمراں کی تاریخ نہیں ہے بلکہ اس میں دعوت، تنظیم، تعلیم وتربیت، ایثار وقربانی اور بہت سی خوبیوں کی داستانیں موجود ہیں، ان کے متعلق دوستوں اور دشمنوں سب کے تاثرات محفوظ ہیں، اور آنے والی نسلوں کے لئے ان میں عبرت ونصیحت کے بہت سے پہلو ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ تاریخ حریت میں وقتِ عمل گوشہ عافیت میں بیٹھے ہوئے تھے آج کثرت ذکر سے وہی اصل سورما اور ہیرو بن بیٹھے ہیں۔ اور جنھوں نے اپنی جان مال، گھر بار اور سماجی ساکھ سب کچھ قربان کرکے رسم تمنا کی بنا ڈالی ان کا فسانے میں کہیں نام نہیں ہے۔ اس لئے تذکروں کی اہمیت کو نظر انداز نہ کیا جائے اور اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں محسوس اور ادا کی جائیں۔

وہابیوں کی جہادی تحریک کا گہرا مطالعہ اور اس کے مختلف وقائع کو اسلام کے تربیتی اصولوں کی روشنی میں پرکھنا بہت ضروری ہے، کیونکہ اس طرح بہت سے گہرے اسباق حاصل کئے جاسکیں گے، بہت سے وہ پہلو اجاگر ہوں گے جن سے بچنا اور گریز کرنا لازم رہا ہوگا، کچھ ایسے اقدامات نمایاں ہوں گے جن میں جلد بازی کے سنگین نتائج ہوا کرتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ صلاحیتوں کی جگہ جذبات سے کام لیا گیا ہو اور اخلاص کے ساتھ تیاریوں کی ضرورت اور ان کے شرعی وجوب کو نظر انداز کیا گیا ہو۔ بہرکیف اس کا فیصلہ ایک بابصیرت اور ذی علم ناقد ہی گہرے مطالعے اور تجزیے کے بعد کرسکتا ہے جس کی طرف ابھی توجہ حسب ضرورت نہیں دی جاسکی ہے، ہمارے وہ نوجوان جن کے پاس فاضل وقت کے ساتھ بڑا دماغ بھی ہے، اس کام کی طرف رخ کریں اور کسی تجربہ کار محقق کی رہنمائی میں یہ کام کریں تو یہ ایک مفید جدوجہد ہوسکتی ہے اور ممکن ہے نتیجہ خیز بھی ہو، اس سے نئی پود کو جہاد جیسے اہم اور نازک مسئلے میں صحیح رہنمائی بھی فراہم ہوگی اور وہ کسی جذباتی نعرے کے پیچھے کھنچنے اور تباہ ہونے سے محفوظ بھی رہیں گے اور اسلام کی صحیح رہنمائی میں اپنے مستقبل کا لائحہ عمل بھی طے کرسکیں گے۔

ذیل میں اہل حدیث مجاہدین آزادی سے متعلق کچھ بھولے بسرے حقائق پیش کئے جارہے ہیں جو ہماری روشن تاریخ کا سرمایۂ افتخار ہیں:

انگریزوں کے ساتھ ہندوستان کی جنگ آزادی کی تاریخ میں سراج الدولہ، حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا نام سدا جگمگاتا رہے گا

جنھوں نے گیدڑ کی ہزار سالہ زندگی پر شیر کی ایک روزہ زندگی کو ترجیح دی اور ملک کی آزادی کے لئے اپنے لہو کا آخری قطرہ نچھاور کردیا۔ ان کے بعد اگر کسی نے اس ملک میں آزادی کا صور پھونکا اور حریت کے لئے لہو دینے کی پکار لگائی تو وہ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کے سلسلہ رشد وہدایت سے فیض یافتہ اور ان کی تحریک آزادئ فکر سے وابستہ بیدار مغز وناصح قوم وملت زعمائے حق سید احمد بریلوی، اسماعیل دہلوی اور ان کے سچے رفقاء ہی تھے، جنھوں نے اپنے قول کی مالا کو عمل کے نگینوں سے سجایا اور اپنے ہر قدم سے یہ ثبوت فراہم کیا کہ جانثاری اور وفاداری کی تاریخ میں یہ ایک انوکھی ادا کے لوگ ہیں جنھیں اپنے مشن کی راہ میں حالات کے تیز وتند دھاروں اور نامساعد وناسازگار طوفانوں کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ انھوں نے اخلاص اور قربانیوں کی ایک نئی داستان رقم کی۔

سید وشاہ کی نگاہ میں پورا ہندوستان تھا جس کا بیشتر حصہ انگریزوں کے قبضے میں تھا، انھوں نے اپنے ایک مکتوب میں اپنا نشانا صاف صاف بتاتے ہوئے لکھا تھا:

''دور کے ملک سے آنے والے بیگانے اور سامان بیچنے والے تاجر مالک سلطنت بن گئے۔ جب ہندوستان کا میدان غیروں اور دشمنوں سے خالی ہوجائے گا تو میں مناصب ریاست وسیاست دوسروں کے حوالے کرکے الگ ہوجاؤں گا''۔ (مکاتیب شاہ اسماعیل ص: ۱۷۰ بحوالہ سید احمد شہید حصہ اول ۳۴۷ از غلام رسول مہر مطبوعہ مکتبہ الحق جوگیشوری ممبئی)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کا جذبہ مذہبی تھا مگر ان کے سامنے کا ٹارگیٹ ملک سے غاصب انگریزوں کو بھگانا تھا، گو ان کا تصادم درمیان میں کچھ ملکیوں سے بھی ہوا مگر ان کا اصل مقصد انگریزوں سے جہاد تھا اور ان کی ساری کاوشیں اسی ڈھب پر جاری تھیں۔

ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶ رمئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ کے میدان میں سید وشاہ دونوں نے اپنے اعلیٰ مقصد کے لئے اپنی جانیں قربان کردیں، اللہ تعالیٰ انہیں شہیدوں کے بلند ترین مقام سے سرفراز فرمائے۔

بالاکوٹ تک اس جنگ میں اہل حدیث اور احناف کی جماعت مشترکہ طور پر جہاد میں شریک تھی، شاہ ولی اللہ کی فکری تحریک اور شاہ اسماعیل کی عملی کاوشوں سے جو جماعت اہل حدیث تیار ہوئی اور اس کے جو افراد سفر جہاد میں شریک تھے ان سب کے سربراہ شاہ اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ تھے اور احناف کے سربراہ مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ تھے جو اسی خاندان کے فیض یافتہ اور متعلقین میں سے تھے۔ مگر یہ سب کے سب باہم شیر وشکر تھے ان میں مسلکی تعصب کا کوئی شائبہ تک نظر نہیں آتا ہے، نہ اس ناحیے سے اس متحدہ جماعت میں کسی اختلاف ہی کا پتہ چلتا ہے۔

معرکہ بالاکوٹ کے بعد ۱۸۵۷ء - ۱۳۶۷ھ تک پورے سوا سو سال تک تحریک جہاد اور انگریزوں کے خلاف معرکہ آرائیوں کی باگ ڈور عام طور پر اہلحدیثوں ہی کے ہاتھ رہی۔ چنانچہ ۱۲۴۶ھ سے ۱۳۶۷ھ تک امرائے جماعت یا سپہ سالاران جماعت کے جو نام نظر آتے ہیں ان میں غالب تعداد حتمی طور پر اہلحدیثوں ہی کی ہے جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں: ولی محمد پھلتی، مولوی نصیر الدین منگلوری، میر اولاد علی عظیم آبادی، سید نصیر الدین دہلوی، مولانا عنایت علی عظیم آبادی، مولانا ولایت علی عظیم آبادی، شیخ نور اللہ، شاہ اکرام اللہ، میر تقی،

مولانا مقصود علی عظیم آبادی، مولانا عبداللہ عظیم آبادی، مولوی عبدالکریم عظیم آبادی، مولوی نعمت اللہ عظیم آبادی، مولوی رحمت اللہ عظیم آبادی، مولانا محمد بشیر، مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی۔

ان میں سے اکثریت کا اہل حدیث ہونا یقینی طور پر معلوم ہے بالخصوص عظیم آبادی خاندان کے اہل حدیث ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

ان کے معرکے سرحد پر جاری تھے مگر ان کی تنظیم پورے ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی، اس کی جڑیں بہت گہری تھیں، وہ ہوس ملک گیری میں جنگ نہیں بپا کئے ہوئے تھے، ان کا مقصد ملک سے ظلم وجبر کا خاتمہ کرکے عدل وانصاف کا بول بالا کرنا اور ملک کو خوشحالی اور ترقی کی طرف لے جانا تھا، ان سب کے پیچھے وہ رضائے الٰہی اور خوشنودی مولا کے خواہاں تھے، ان کے دعاۃ ومصلین ملک کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے، انہیں دو طرفہ مشکلات کا سامنا تھا، انگریز تو ان کی تاک میں رہتے ہی تھے، مسلمانوں کے مخالف گروہ بھی ان کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے، لوگوں کو ان کے خلاف ورغلاتے، اکساتے تھے، ان کے خلاف فتوے شائع کرتے تھے، مسجدوں میں ان کا داخلہ ممنوع کیا جاتا تھا، ان کے خلاف حکومت کی جاسوسی کی جاتی تھی اور انہیں زیر کرنے کے تمام حربے آزمائے جاتے تھے۔ مگر وہ اللہ والے اپنی دھن کے اتنے پکے تھے کہ کسی بھی سنگینی یا مصیبت کو خواہ وہ کتنی ہی سخت کیوں نہ ہو خاطر میں نہیں لاتے تھے، تحریک جہاد کے ساتھ اصلاح عقائد کا کام پوری جرأت سے کرتے تھے، مجاہدین کی بھرتی کرکے، انہیں سرحد روانہ کرتے، چندہ کرکے بڑی بڑی رقمیں اور سامان ضرورت مرکز کو بھیجا کرتے تھے، اللہ نے انہیں بڑی صلاحیتوں کا مالک بنایا تھا، شاید یہ ان کے اخلاص وللّٰہیت اور اعمال صالحہ کے اہتمام کی تاثیر تھی کہ بڑی تعداد میں لوگ ان کے گرویدہ ہوجاتے تھے، اور ان کی زندگی یکسر تبدیل ہوجایا کرتی تھی، وہ لہو ولعب اور دنیا داری کی زندگی ترک کرکے سچے، دیندار اور پابند شرع مسلمان بن جاتے تھے، اس راہ میں آنے والی تمام دشواریوں کا سامنا خندہ پیشانی سے کرتے تھے اور بڑی سی بڑی قربانیاں پیش کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔

ان کا نیٹ ورک اتنا وسیع، خفیہ اور کامیاب تھا کہ وہ انگریزوں کی تمامتر مستعدی اور ہشیاری کے باوجود اپنا کام کرجایا کرتے تھے۔ اور یہ سلسلہ انہوں نے پورے سوا سو سال تک نہایت کامرانی کے ساتھ چلایا۔

انہوں نے باقاعدہ سکھ اور انگریز فوجوں سے جنگیں لڑیں، کچھ میں انہوں نے شکستیں کھائیں اور کچھ میں فریق مخالف کی کئی گنا طاقت، تنظیم، وسائل اور جنگی مہارتوں کے باوجود میدان انہیں کے ہاتھ رہا، انہوں نے ان معرکوں میں حیرت انگیز کارنامے انجام دئے۔ جہاں انہیں فتوحات حاصل ہوئیں وہاں انھوں نے امن وامان قائم کرنے اور رعایا کی خوشحالی وترقی کے لئے بیش بہا انتظامات کئے، عدل کے دقیق ترین تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا۔ مگر غیروں کی طاقت اور تدبیر سے زیادہ اپنوں کی بے وفائی، غداری اور منافقت نے انہیں زیادہ نقصان پہنچایا اور کئی بار وہ فیصلہ کن کارنامے انجام دیتے دیتے رہ گئے، منزلیں ہاتھ آ آکر نکل گئیں، کامیابیوں کی چوکھٹیں چوم کر واپس آجانا پڑا۔ اگر اپنوں کے چرکے نہ ہوتے، پشت سے آنے والے خنجروں سے انہیں امن ملا ہوتا تو پھر ۱۹۴۷ء سے بہت پہلے ہی ملک کا نقشہ بدل چکا ہوتا، مگر مسلمانوں کی اکثریت درحقیقت

پچھلی صفوں ہی کی اہل رہ گئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں وہیں چھوڑ دیا۔

جہاں تک ان کی بات ہے تو انہیں معلوم تھا کہ یہ سودا سہل نہیں ہے، انھوں نے شہادت گہہ الفت میں قدم رکھا ہے جہاں ہر قدم برسر تیغ ہوتا ہے، تلوار کی دھاروں پر چلنا ہوتا ہے، اس لئے وہ ذہنی طور پر ہر متوقع وغیر متوقع صورت حال کے لئے تیار رہے، انھوں نے اپنا گھر بار لٹایا، جیل گئے، چکیاں پیسیں، گرمیوں کی شدت میں بزرگوں نے رہٹ چلائے، اس قدر شدت سے دوچار ہوئے کہ خون کا پیشاب آیا، سیکڑوں میل پابجولاں و پیادہ پا چلائے گئے، کالا پانی جزائر انڈومان نکوبار کی طرف دیس نکالا دیا گیا، حویلیاں گرادی گئیں، جائدادیں ضبط کرلی گئیں، بچے سڑکوں پر آگئے، مگر انھوں نے ہار نہیں مانی، دار پر چڑھ کر مسکراتے رہے اور اپنی آنے والی موت کا جشن مناتے رہے یہاں تک کہ دشمن بھی ان کی سخت جانی اور اصولوں پر استقامت کی اس حیرت انگیز صلابت پر ششدرہ گیا۔

مشہور انگریز آفیسر ڈبلو ڈبلو ہینٹر صاحب نے میدانی تحقیقات کے بعد ایک تفصیلی رپورٹ مجاہدین کی سرگرمیوں کے متعلق مرتب کی تھی جو بعد میں ہمارے ہندوستانی مسلمان کے نام سے شائع ہوئی اور اس کا اردو ترجمہ بازار میں دستیاب ہے۔ اس کتاب سے ذیل میں چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جن سے مجاہدین کی سرگرمیوں کی اہمیت ان شاء اللہ پوری طرح اجاگر ہوجائے گی۔

وہابی مجاہدین کا نیٹ ورک اور انگریزوں کے خلاف اس کی سرگرمیاں

ہنٹر صاحب لکھتے ہیں:

بنگال کے مسلمان ایک دفعہ پھر عجب کش مکش میں مبتلا ہیں۔ سالہا سال سے سرحد کے مجاہدین کی نو آبادی ہماری سرحد پر چھاپے مار رہی ہے۔ وقتاً فوقتاً وہ متعصب لوگوں کے گروہ بھیج دیتی ہے جو ہمارے کیمپ پر حملہ آور ہوتے ہیں اور ہمارے گاؤں کو جلا کر خاکستر کردیتے ہیں۔ چنانچہ ہماری فوج کو ان کے ساتھ تین تباہ کن لڑائیاں لڑنی پڑی ہیں۔ اس مخالف نو آبادی کے لیے نہایت ہی منظم طریقہ پر بنگال میں آدمی بھرتی کیے جاتے ہیں اور یکے بعد دیگرے مختلف سازشی مقدمات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ سازش کا یہ جال ہمارے تمام صوبوں میں پھیلا ہوا ہے۔ چنانچہ پنجاب سے پرے کا غیر آباد کوہستانی علاقہ گرم تلک کی ان دلدلوں سے جہاں پر دریائے گنگا سمندر میں جا گرتا ہے اس قسم کے مسلسل سازشی اداروں سے ملا ہوا ہے۔ ان مقدمات سے ایسے سازشی اداروں کا پتہ بھی چلا ہے جو گنگا کے دہانے (یعنی جنوبی بنگال) سے بڑی باقاعدگی کے ساتھ روپیہ اور آدمی حاصل کرتے ہیں اور ان کو ہماری جرنیلی سڑک پر منزل بمنزل گزارتے ہوئے باغی کیمپ میں پہنچادیتے ہیں جو یہاں سے دو ہزار میل کی مسافت پر واقع ہے۔ بڑے بڑے ذہین اور دولتمند اشخاص اس سازش میں حصہ لے رہے ہیں اور روپیہ پہنچانے کے طریقے کو جو باغیانہ سازش کا ایک نہایت ہی خطرناک کام ہے کمال ہوشیاری سے ایک بے ضرر مہاجنی کاروبار کا رنگ دے دیا گیا ہے۔ (ہمارے ہندوستانی مسلمان ص۱۹-۲۰)

مجاہدین سے انگریزوں کو پیش آنے والی مشکلات اور ان کی سخت ترین یورشیں

’’میں ان بے عزتیوں، حملوں اور قتل وغارت کی تفصیلات

میں جانا نہیں چاہتا جو ۱۸۵۶ء میں سرحدی جنگ کا باعث ہوئے۔ اس دوران میں مذہبی دیوانوں نے سرحدی قبائل کو انگریزی حکومت کے خلاف متواتر اکسائے رکھا۔ ایک ہی واقعہ تمام حالات کو واضح کردے گا۔ یعنی ۱۸۵۰ء سے ۱۸۵۷ء تک ہم علاحدہ علاحدہ سولہ فوجی مہمیں بھیجنے پر مجبور ہوئے۔ جس سے باقاعدہ فوج کی تعداد پینتیس ہزار ہوگئی تھی اور ۱۸۵۶ء سے ۱۸۶۳ء تک ان مہمات کی گنتی ۲۰ تک پہنچ گئی تھی، باقاعدہ فوج کی مجموعی تعداد ساٹھ ہزار تک ہوگئی تھی۔ بے قاعدہ فوج اور پولس اس کے علاوہ تھی۔ اس اثنا میں ستیانا کیمپ جو ہر وقت ہمارے خلاف سرحد میں تعصب کے جذبات کو ابھارتا رہتا تھا نہایت عقلمندی سے ہماری فوج کے ساتھ براہ راست مقابلہ کرنے سے گریز کرتا رہا۔ لیکن ۱۸۵۷ء میں انھوں نے ہمارے خلاف عام اتحاد[1] کی بنیاد ڈالی اور یہاں تک گستاخانہ دلیری سے کام لیا کہ انگریزی حاکموں سے بھی تخویف مجرمانہ میں مدد کرنے کا مطالبہ کرنے لگے۔ چنانچہ ہمارے انکار پر وہ اس قدر برانگیختہ ہوگئے کہ ہمارے علاقہ پر چڑھ دوڑے اور لفٹنٹ ہورن (LIEUT HORN) کے کیمپ پر شبخوں مارا۔ جو اس علاقہ کا اسٹنٹ کمشنر تھا اور اس نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی۔'' (ص ۳۳)

سخت جان مجاہدین کے حملوں کا تسلسل

اپریل ۱۸۶۳ء کے اوائل میں انھوں نے ہمارے علاقے میں پھر قتل وغارت اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری کردیا۔ اسی سال ماہ جولائی میں وہ نہایت دلیری کے ساتھ ستیانا کے علاقہ پر پھر قابض ہوگئے اور ہمارے حلیف ریاست امب کے نواب صاحب کو تہدید آمیز خطوط لکھے۔ ان کی ہمسایہ اقوام نے ایک دفعہ پھر اپنی وفاداری کو اپنے تعصب پر قربان کردیا اور ان مواعید کو جو ہمارے ساتھ کیے گئے تھے، بالکل فراموش کردیا۔ چنانچہ اس باغی آبادی کو سرحد پر ایک دفعہ پھر حاکمانہ اقتدار حاصل ہوگیا۔ دسمبر ۱۸۶۳ء کو وہ برطانوی علاقہ پر چڑھ دوڑے اور ہماری طلایہ گرد فوج کے کیمپ پر شبخوں مار کر گویا باقاعدہ جنگ کا اعلان کردیا۔ اس کے بعد انھوں نے ہمارے حلیف ریاست امب کے نواب صاحب پر بھی حملہ کرکے کوہ سیاہ پر ان کے دیہات کو جلا دیا اور سرحدی چوکیوں پر باقاعدہ جنگ شروع کردی۔ اسی مہینے میں انھوں نے تناول کی حلیف تحصیلوں پر بھی چھاپہ مارا اور ایک ملکی افسر کو اس کے چند ساتھیوں کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

پھر ہمارے دوستوں پر ہی حملہ کرنے پر اکتفانہ کرتے ہوئے انھوں نے دریائے سندھ کے کنارے ہماری چوکی پر بھی ہلہ بول دیا۔ انگریز کافروں کے خلاف ایک باقاعدہ اعلان جنگ شائع کیا اور ہر دیندار مسلمان کو اس جہاد میں شرکت کی دعوت دی۔

منظم فوج سے مجاہدین کی نبرد آزمائی پر انگریز کو تعجب

''اس متعصب نو آبادی کے خلاف ان چار مہموں میں سے ایک مہم کو بہ تفصیل بیان کرنے کے لیے منتخب کرلوں گا۔ اس سے ظاہر ہوجائے گا کہ جس طرح باغی کیمپ امن کے زمانہ میں ہماری سرحد پر ہمارے لیے باعث توہین تھا اس سے کہیں زیادہ جنگ کے زمانہ میں ہماری فوج کی تباہی کا سبب بن گیا تھا۔ جب تک ہم نے ان سے باز پرس نہ کی وہ ہمارے دوستوں اور ہماری رعایا کو قتل اور اغوا کرنے کے لیے گروہ پر گروہ بھیجتے رہے اور جب ہم نے ان کو فوجی قوت کے ساتھ صفحۂ ہستی سے نابود کردینا چاہا تو انھوں نے ہمارے افسروں کو دھوکے میں رکھا اور ہماری فوج کو سخت نقصان پہنچایا اور کچھ عرصہ تک سارے برطانوی ہندوستان کی سرحدی فوج کا جم کر مقابلہ کرتے رہے۔

اس سے یہ سمجھ لینا نہایت آسان ہوگا کہ کس طرح باغیوں اور پناہ گزینوں کی آبادی نے جس کے پشت پناہ ہماری ہی سلطنت کے سازشی اور متعصب لوگ تھے، نفرت وحقارت سے مغلوب ہوکر خود ہم کو ہی کھلم کھلا چیلنج دے دیا تھا۔ لیکن اس بات کا سمجھنا ذرا مشکل ہے کہ وہ کس طرح ایک منظم فوج کی قوت اور جنگی قابلیت کا مقابلہ کرسکتے تھے خواہ وہ تھوڑے ہی وقت کے لیے کیوں نہ ہو۔'' (ص ۳۷)

مجاہدین کی قوت

''۱۸۶۳ء کی لڑائی میں ہم نے کافی نقصان اٹھانے کے بعد یہ سبق حاصل کیا تھا کہ ایک مجاہدین کے کیمپ کے خلاف مہم روانہ کردینا دنیا کے [1] ۵۳۰۰۰ ہزار جنگجو اور بہادر انسانوں کی مجموعی طاقت کے ساتھ جنگ کرنا ہے۔ ملک کے دشوار گزار ہونے کی وجہ سے ہمارے سرحدی افسر قبائل کے مزاج اور ان کے آپس کے تعلقات کے متعلق اکثر متذبذب رہتے ہیں اور جب کبھی ان باغیوں کو شکست ہوتی ہے تو وہ صرف مہابن کے اندر دشوار گزار دروں میں چلے جاتے ہیں۔

[1] (میں یہاں پر علاحدہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہر ایک قبیلہ بغیر کسی تکلیف کے کتنے آدمی میدان جنگ میں لاسکتا ہے حسین زئی ۲۰۰۰، آکازئی ۱۰۰۰، دستکار زئی ۶۰۰۰، مدک خیل ۴۰۰۰، آما زئی ۱۵۰۰، جادوں ۴۰۰۰، خداخیل ۲۰۰۰، بنیری ۱۲۰۰۰، باجور ۳۰۰۰، رانی زئی ۲۰۰۰، دیر قبیلہ ۶۰۰۰، سوات کے قبیلے ۱۰۰۰۰۔ مجموعہ ۵۳۵۰۰۔ یہ اعداد وشمار میں نے دفتر خارجہ سے حاصل کیے ہیں اور جہاں تک ہوسکا کرنل میکریگر (MACRAGPR) سے اصلاح کرالی ہے۔ اس وقت فرانٹیر گیزیٹر میں مشغول ہیں ۱۸۶۲ء میں ایک موقع پر ہمارے خلاف ان جنگ جوؤں کی تعداد ۶۰۰۰۰ ہزار ہوگئی تھی)

انگریزی فوج کے نزدیک مجاہدین کی اہمیت

''میں یہاں پر اس مہم کے واقعات کی تفصیل بیان کرنا نہیں چاہتا۔ جولائی کے مہینے ہی میں پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے ضروری برقی پیغامات موصول ہوئے تھے جن میں شورش برپا ہونے کی اطلاعات دی گئی تھیں۔ جیسا کہ فوج کے کوارٹر ماسٹر جنزل [1] نے لکھا تھا کہ تنبیہ اس قدر ضروری اور مدد کے لیے التجا اس قدر اہم تھی کیونکہ حقیقۃً ہماری فوج کا ایک دستہ باغیوں کے محاصرہ میں تھا کہ حکومت ہند نے ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا۔ جیسا کہ ۱۸۶۳ء کی تباہی نے سبق دیا تھا، کمانڈر اعظم نے پنجاب کی فوجی چھاؤنیوں کو کمزور کرنے یا سرحدی چوکیوں سے فوجی دستے منگوانے کے بجائے شمال مغربی صوبوں سے رجمنٹیں منگوائی تھیں۔ لڑائی لڑنے والا دستہ چھ ہزار سے سات ہزار باقاعدہ فوج پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ باقی سرحد کی تمام فوج دگنی کردی گئی تھی اور ہندوستان میں انگریزی فوج کے منتخب شدہ سپاہی مجاہدین کے مقابلہ میں جمع کردیے گئے تھے۔''

[1] (گورنمنٹ کے ملٹری محکمہ کے سکریٹری کو خط نمبر ۱۶۳ مجریہ ۵ رنومبر ۱۸۶۸ء پیرا نمبر ۴)

مجاہدین کے خلاف انگریز کی کارروائیوں کا نتیجہ اور اس کا اعتراف عجز

''اب میں نے اپنی سرحد پر اس باغی کیمپ کی تمام تاریخ ۱۸۳۱ء سے جب کہ اس کی ابتدا ہوئی ۱۸۶۸ء تک جب کہ آخری مرتبہ انھوں نے ہم کو جنگ میں دھکیلا، بیان کردی ہے۔ وہ تمام پرانی مصیبتیں جو انھوں نے سکھ حکومت کے وقت سرحد پر نازل کی تھیں، وہ تمام ایک تلخ وراثت کی صورت میں ہم تک پہنچیں۔ اس نے تمام سرحد میں تعصبی جذبات کو برقرار رکھنے کے

علاوہ تین مرتبہ قبائل کو یکجا اکٹھا کر دیا۔ جس کی وجہ سے برطانوی ہند کو ہر ایک موقع پر بہت ہی مہنگی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ یکے بعد دیگرے ہر گورنمنٹ نے اعلان کیا کہ یہ ہمارے لیے ایک مستقل خطرہ ہے، لیکن اس کے باوجود ان کو تباہ کرنے کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔ اب تک بھی یہ ہماری غیر وفادار رعایا اور ہمارے سرحد پار کے دشمنوں کی امیدوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ کس وقت ہم قبائل کی خانہ جنگیوں کی لپیٹ میں آجائیں گے جو وسط ایشیا میں ہر وقت جاری رہتی ہیں۔ مگر اس وقت یہ عین ممکن ہے کہ اس سال کے ختم ہونے سے پہلے ایک اور افغانی جنگ لڑنی پڑے۔ یہ جنگ جب کبھی بھی ہوگی (اور جلد یا بدیر ہو کر رہیگی) تو ہماری سرحد پر غدار آبادی ہمارے دشمنوں کو ہزارہا آدمی مہیا کر سکے گی۔ ہمیں ان غداروں کی اپنی ذات سے کوئی ڈر نہیں، اگر ہمیں ڈر ہے تو ان شورش پسند عوام سے ہے جن کو یہ مجاہدین ہمارے خلاف جہاد کرنے کے لیے بار بار اکٹھا کرتے ہیں۔ نو صدیوں کے دوران میں ہندوستانی لوگ شمال کی طرف سے حملہ کرنے کے عادی ہو چکے ہیں اور کوئی شخص اس اہمیت کے متعلق پیشگوئی نہیں کر سکتا جسے یہ باغی کیمپ مغربی مسلمان خانہ بدوش گروہوں کی مدد سے ایک ایسے لیڈر کی سرکردگی میں جو اپنے اندر ایشیا کی قوموں کو جہاد کرنے کے لیے اکٹھا کر سکتا ہو، حاصل کر سکتا ہے۔" (۵۱-۵۲)

انگریزوں کے خلاف وہابیوں کا باغیانہ لٹریچر

انگریزوں کے خلاف ضرورت جہاد پر اگر وہابیوں کی نظم ونثر کی مختصر سے مختصر کیفیت بھی لکھنے کی کوشش کی جائے تو اس کے لیے ایک دفتر چاہیے۔ اس جماعت نے بہت سا ادب پیدا کر دیا ہے جو انگریزی حکومت کے زوال کی پیشگوئیوں سے پُر اور ضرورت جہاد کے لیے وقف ہے۔ ان کتابوں کے محض نام ہی سے ان کے تمام کمال باغیانہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ میں ذیل میں چودہ کتابوں کی فہرست دیتا ہوں:

(۱) صراط مستقیم - یہ امام سید احمد امیر المومنین کے ملفوظات ہیں۔ مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے اس کو فارسی زبان میں لکھا اور مولوی عبدالجبار کانپوری نے اردو میں ترجمہ کیا۔

(۲) قصیدۂ جہاد - یہ ایک نظم ہے جس میں جہاد کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور ان لوگوں کے لیے اجر بیان کیا گیا ہے جو اس میں حصہ لیں گے، مصنفہ مولوی کرم الٰہی کانپوری۔

(۳) شرح وقایہ - کافروں کے خلاف جہاد پر بحث ہے۔ اس میں مجاہدین کے متعلق اور کن کن سے جہاد کرنا چاہیے کے متعلق پوری ہدایات موجود ہیں۔ اس میں بہر حال اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جہاد اس وقت کرنا چاہیے جب کہ مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہو۔

(۴) "منظم پیشگوئی نعمت اللہ"! یہ انگریزی حکومت کے زوال کی پیش گوئی ہے۔ اور اس میں ایک مغربی بادشاہ کی آمد کا بیان ہے جو ہندوستانی مسلمانوں کو انگریزوں کے پنجے سے رہائی دلائے گا۔

(۵) تاریخ قیاصر روم، مصباح السیر - یہ عبدالوہاب بانیٔ جماعت کی سوانح عمری ہے اس پر مظالم، اس کی جنگ ترکی مرتدین کے خلاف وغیرہ درج ہیں۔ (مسودہ)

(۶) آثار محشر یعنی قیامت کی نشانیاں مطبوعہ مولوی محمد علی ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۹ء اس منظوم کتاب کی بہت اشاعت کی گئی ہے۔ یہ پنجاب کی سرحد پر خیبر کی پہاڑیوں پر ایک جنگ کی پیش گوئی ہے جہاں پر انگریز پہلے پہل مسلمانوں کو شکست دیں گے،

اس پر مسلمان ایک سچے امام کی تلاش کریں گے۔ پھر ایک جنگ ہوگی جو چار دن تک رہے گی۔ جس کا انجام انگریزوں کی مکمل تباہی پر ہوگا۔ یہاں تک کہ حکومت کی بوبھی ان کے دل ودماغ سے نکل جائے گی۔ اس کے بعد امام مہدی کا ظہور ہوگا اور اب کہ مسلمان ہندوستان کے حکمراں ہوں گے تو وہ جوق درجوق مکہ معظّمہ میں ان سے جاملیں گے۔ یہ واقعات رونما ہونگے جب کہ چانداور سورج دونوں رمضان المبارک کے مہینے میں گرہن ہوں گے۔

(۷) تقویت الایمان -یعنی استحکام دین -مصنفہ مولوی محمداسماعیل دہلوی۔

(۸) تدابیرالاخوی یعنی برادرانہ گفتگو۔

(۹) نصیحت المسلمین -مسلمانوں کونصیحت -مولوی کرم علی کانپوری۔

(۱۰) ہدایت المومنین -مصنفہ اولادحسین۔

(۱۱) تنویرالعینین -آنکھوں کی روشنی (عربی میں ہے)

(۱۲) عبدالمحامد-(عربی میں ہے)

(۱۳) تنبیہ الغافلین -(اردو میں ہے)

(۱۴) چہل حدیث - رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چالیس حدیثیں جہاد کے متعلق۔(۷۶-۷۷)

(آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان میں ہر کتاب نہ انگریزوں کے خلاف لکھی گئی نہ ان میں جہادی تحریک پائی جاتی ہے مگر اس نے اپنی تحقیق میں جن جن کتابوں کو موثر دیکھا اور لوگوں میں ان کی پذیرائی دیکھی ان سب کو اس فہرست میں شامل کردیا ہے۔ مگر بہت سی خاص وہ کتابیں اور مضامین جو موضوع سے متعلق تھے اس کی فہرست میں نظر نہیں آتے ہیں)

مجاہدین کی باکمال اور پرجوش قیادت کے کارنامے

''ایک دفعہ پھر ان مجنونوں کی تحریک تباہی کے قریب معلوم ہوتی تھی مگر پٹنہ کے خلیفوں کے تبلیغی جوش اور مال ودولت نے جو ان کے تصرف میں تھی، مقدس جھنڈے کو خاک سے اٹھا کر ایک بار پھر بلند کردیا۔ انھوں نے تمام ہندوستان میں اپنے مبلغ دوڑادیے اور مذہبیت کو اس حد تک زندہ کیا کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ ان دونوں خلیفوں [1] نے بذات خود بنگال اور جنوبی ہند کا دورہ کیا۔ چھوٹے چھوٹے مبلغین بے شمار تھے۔ اور مدبرانہ تنظیم نے ان کو اس قابل بنادیا تھا کہ جہاں کہیں حالات اجازت دیتے اپنے مریدوں میں اپنا اڈا جما لیتے۔ اس طرح پر ہر ضلع میں مجاہدین کا ایک مبلغ ہوتا اور ان کے جذبات کو مشتعل رکھنے کے لیے وقتاً فوقتاً سفری واعظ بھی دورہ کرتے رہتے۔ پٹنہ کا مرکزی پروپیگنڈا ان کے اقتدار کو پائدار اور مستقل کرتا رہتا تھا۔ شرانگیزی کے لیے ان مبلغوں کی قوت بنگال میں کس قدر بڑھ گئی ہے، میں بعد میں بیان کروں گا۔ جنوبی ہند میں انھوں نے جوش وخروش کی وہ آندھی چلائی کہ عورتوں نے اپنے ہیرے جواہرات تک بیت المال میں دے دیے۔ شمال مغربی صوبوں سے انھوں نے رنگروٹوں کی کمپنیوں کی کمپنیاں مجاہدین کے کیمپ کی طرف روانہ کیں۔ ہر جگہ پر انھوں نے مسلمان آبادی کے جوش کو انتہا تک پہنچادیا۔ اور اگرچہ بنگالیوں کی اعلیٰ دفاعی قوتیں آخر کار اس تحریک کو موجودہ درجہ تک لے آئیں لیکن کچھ مدت کے لیے ہندوستان کے تمام صوبوں میں ایک ہی جیسے جوش وخروش کے ساتھ زندہ رہی۔ پٹنہ کے مجسٹریٹ نے لکھا تھا کہ ان لوگوں نے ہمارے گنجان آباد ضلعوں کے ہر ایک گاؤں میں خود حکومت کے افسروں کی زیر حفاظت اور زیر سایہ علانیہ بغاوت کی تبلیغ کی۔

مسلمان آبادی کے دلوں کو بے قرار کیا اور فتنہ وفساد کے لیے ایسا حیرت انگیز اقتدار حاصل کیا جیسا کہ ظاہر ہے۔'' [2]

① (ولایت علی اور عنایت علی۔ اول الذکر نے بنگال کا دورہ کرنے کے بعد بمبئی علاقۂ نظام اور وسط ہندوستان کو اپنا خاص علاقہ بنالیا۔ عنایت علی نے اپنی تمام کوششیں جنوبی اور وسطی صوبوں میں صرف کردیں مالوہ، بوکرہ، راجشاہی پٹنہ، نادیہ اور فرید پور، کرامت علی نے اس تحریک کو فرید پور سے مشرق کی طرف ڈھاکہ، میمن سنگھ، نواکھلی اور باریسال تک پہنچادیا۔ زین العابدین نے جو حیدرآباد کا رہنے والا تھا اور جس کو ولایت علی نے اپنے جنوب کے دورے میں مرید کیا تھا اپنی کوششوں کا مرکز شمال مشرقی بنگال کو بنایا اور سلہٹ اور شمالی پتریا کے کسانوں کو اپنا ہمنوا بنالیا۔ کلکتہ ریویو جلد (c.i))

② (سرکاری دستاویزات ۱۸۶۵ء) (ص ۵۹)

وہابیوں کی تنظیمی صلاحیت

''اس بغاوت کے تین نمایاں پہلو جو مقدمہ کے دوران میں ظاہر ہوئے یہ ہیں۔ پہلی وہ حیرت انگیز قابلیت جس سے دور دراز تک پھیلی ہوئی بغاوت کو منظم کیا گیا دوسرے وہ رازداری جس کے ساتھ اس کی مختلف پیچیدہ کاروائیاں عمل میں لائی گئیں۔ تیسرے وفاداری کا وہ رویہ جو اس کے ممبروں نے ایک دوسرے کے ساتھ روا رکھا۔ انکی کامیابی کا راز ان کے عمدہ فرضی ناموں کے ترکیب اور خفیہ زبان پر تھا۔'' (۱۰۶-۱۰۷)

بنگال کے وہابی مجاہدین کی سرگرمیاں اور انگریزوں کے خلاف ان کے جذبات کی کیفیت

''دہانۂ گنگا کے متعصب مسلمان اپنے آپ کو وہابی نہیں بلکہ فرازی ① کہتے ہیں یعنی زیادہ اعلیٰ مذہب کے پیرو۔ وہ اپنے آپ کو نومسلم کہہ کر بھی پکارتے ہیں۔ کلکتہ کے مشرقی اضلاع میں ان کی ایک کافی تعداد رہتی ہے۔ ہم اس سے پہلے دیکھ آئے ہیں کہ ۱۸۳۱ء میں ایک مقامی لیڈر نے تین چار ہزار آدمیوں کو اپنے گرد جمع کرلیا تھا اور کلکتہ کے ملیشیا کی ایک جماعت کو شکست بھی دی تھی، یہاں تک کہ باقاعدہ فوج ہی کی مدد سے ان کو دبایا جاسکا۔ ۱۸۴۲ء میں اس جماعت نے ایک خطرناک صورت اختیار کرلی اور حکومت کو اس کی بالخصوص تحقیقات کرنا پڑی۔ بنگال کے پولیس افسر نے رپورٹ کی تھی کہ ان کے صرف ایک واعظ نے اسی (۸۰) ہزار مرید جمع کر رکھے ہیں جو آپس میں پورا پورا بھائی چارہ رکھتے اور ہر ایک کے منشا کو جماعت کا منشا سمجھتے ہیں۔ بعد کے خلفاء خصوصاً یحییٰ علی نے جنوبی بنگال کے فرازیوں کو شمالی ہندوستان کے وہابیوں میں مدغم کردیا تھا۔ اور گزشتہ تیرہ برس سے ہم ان کو میدان جنگ کے مقتولین اور عدالتوں کے کٹہروں میں ساتھ ساتھ کھڑا دیکھتے ہیں۔

① (فراز: بلند۔ وہ اپنی جماعت کا بانی تیطو میاں کو نہیں بلکہ شرکت اللہ کو جو ڈھاکہ میں ۱۸۲۸ء میں وعظ کیا کرتا تھا قرار دیتے ہیں)

تحریک کے لئے جذبہ فدائیت وجانثاری

۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک جمع شدہ سرمایہ اور آدمی حسب دستور سرحد جاتے رہتے۔ چنانچہ اس سازش کو قابو میں لانے کے لیے ہمیں ایک علاحدہ محکمہ قائم کرنا پڑا۔ اس وقت وہابیوں کی دیکھ بھال اور ان کو اعتدال پر رکھنے کے لیے صرف ایک ہی صوبے کا خرچ اس قدر بڑھ گیا تھا جتنا ایک انگریزی ضلع کا جس میں سکاٹ لینڈ سے ایک تہائی انسان بستے ہیں بندوبست عدالت اور جرائم پر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ یہ شرانگیزی اس حد تک پھیل چکی ہے کہ ہمارے لیے اس بات کا معلوم کرنا بہت ہی مشکل ہوگیا ہے کہ اصلاح شروع کی جائے تو کہاں سے۔ ہر ایک ضلع کا مرکز ہزاروں خاندانوں میں بے اطمینانی پھیلاتا ہے اور ان کے خلاف صرف وہی لوگ شہادت

دے سکتے ہیں جوان کے مرید ہوں لیکن ان کا یہ حال ہے کہ اپنے سردار سے غداری کی بجائے موت کو ترجیح دیتے ہیں۔

۱۸۶۸ء میں ہماری پولیس کی تگ ودو اور سرحد پر فوجی چوکیوں کے باوجود ان مجاہدین کی سازشوں نے حکومت ہند کو ایک اور خونریز جنگ میں ڈھکیل دیا، جس میں ہمارا بہت سارو پیہ خرچ ہوا۔اسی سال مالدہ کے مرکز نے بے خطر ہوکر پٹنہ کے خلیفہ کے لڑکے کو دعوت دی کہ وہ بنگال کے عین وسط میں پہنچ کر بغاوت کی تبلیغ کرے۔ روزمرہ کی عدالتی کاروائیاں اس بحران کو روکنے کے لیے بالکل بے کار ثابت ہوئیں اور حکومت کو ان اختیارات خصوصی سے کام لینا پڑا جن کے استعمال کا ایسے مواقع پر اس کو اختیار دیا گیا ہے۔(ص۱۰۸-۱۰۹)

وہابیوں پر قائم مشہور مقدمات

ہنٹر نے ۱۸۶۴ء کے انبالہ کیس کا جو وہابیوں پر قائم کیا گیا تھا تفصیلی بیان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے: جولائی ۱۸۶۴ء میں سر ہربرٹ ایڈورڈ نے انبالہ کے سیشن جج کی حیثیت سے ایک ایسے سیاسی مقدمہ کا فیصلہ سنایا جس میں عدالت کی بیس پیشیاں ہوچکی تھیں۔ انگریزی حکومت کی مسلمان رعیت کے گیارہ افراد کو بغاوت کے جرم میں گرفتار کیا گیا۔اس میں مسلمان قوم کے ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ان میں بہت بڑے عالم خانوادوں کے چشم وچراغ، ایک فوجی ٹھیکیدار، ایک فوجی تھوک فروش قصاب، ایک عرضی نویس، ایک سپاہی، ایک دورہ کرنے والا مبلغ،ایک خدمت گار نوکر اور ایک کاشتکار تھا۔ان کی پیروی ایک انگریز وکیل نے کی۔ ان کو عدالت میں قانونی عذر خواہی اور مقدمے پر بہترین وکالت سے پورا فائدہ اٹھانے کا موقع حاصل تھا۔ان کے چھ ہم وطن بحیثیت اسیسر کے جج کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔اس مقدمہ کے خاتمہ پر ان میں سے آٹھ کو عمر قید بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی اور تین کو قانون کی انتہائی سزا دی گئی۔ اس کے بعد اس نے ہر ہر ملزم کا مبسوط تعارف کرایا ہے جن میں مولانا یحییٰ علی اور مولانا جعفر تھانیسری سرفہرست ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے تحریک مجاہدین کے ہمہ گیر اثرات، ملکی سطح پر ان کی سرگرمیوں اور انگریزوں کے خلاف ان کی سرگرمیوں کی تباہ کاریوں کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ اس لئے انگریزوں نے اس تحریک کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے اپنے اقتدار کا اندھا دھند استعمال کیا اور اس کے لئے ایسے ایسے حربے آزمائے جن کی تفصیل انتہائی المناک ہے۔مگر ان سے آگاہی کے لئے مولانا غلام رسول مہر، مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا نذیر احمد املوی، جناب قیام الدین صاحب بلکہ مولانا عبدالرحیم صادقپوری اور مولانا جعفر تھانیسری کی کتابوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

تحریک مجاہدین کی سرگرمیوں کے علاوہ جب ملک میں تحریک آزادی کی عام لہر چلی تو اس میں اہل حدیث علماء واعیان نے نمایاں کارنامے انجام دئے تھے جن میں سرفہرست مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالقادر قصوری، مولانا محمد علی قصوری، مولانا داود غزنوی وغیرہ تھے، ان کے علاوہ بھی بہت سی اہم شخصیات ہیں جن کے کارناموں سے نئی نسل کو روشناس کرانا بہت ضروری ہے، جس کے لئے مختلف جہات سے کام کرنے کی ضرورت ہے اس کی اہمیت اس لئے اور بڑھ جاتی ہے کہ اس تاریخ کو مسخ کرنے اور فراموش کرنے کی منظم کاوشیں ہورہی ہیں۔

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
September-October 2017

بتاریخ:
۲۲/اکتوبر ۲۰۱۷ء
مطابق ۱؍صفر ۱۴۳۹ھ
بروز اتوار، صبح ۹/ بجے تا صلاۃ عشاء

بمقام:
مسجد اہل حدیث کپاڈیہ نگر،
کرلا (ویسٹ)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیر اہتمام

دورۂ تدریبیہ

برائے

ائمہ ودعاۃ ومدرسین

جس میں ان شاءاللہ ماہرین فن بزرگان ملّت، کہنہ مشق اساتذہ کرام اور معروف اہل علم اپنے علمی، دعوتی، تدریسی اور دیگر تجربات اور مہارتوں سے مستفید ہونے کا موقع فراہم کریں گے اس لیے تمام ائمہ ودعاۃ اور مدرسین کے لیے استفادے کا اچھا موقع ہے۔ اس لیے جو علماء اور دعاۃ اس دورہ تدریبیہ میں شرکت کی خواہش رکھتے ہوں وہ :

- اپنا نام اور موبائل نمبر اپنی مسجد یا ادارے کے نام کے ساتھ درج کراکے جمعیت سے اپنا رجسٹریشن نمبر حاصل کرلیں۔
- اپنا رجسٹریشن نمبر اپنے پاس محفوظ رکھیں کیونکہ تدریبیہ کے دن ساری کاروائیاں اسی رجسٹریشن نمبر کی بنیاد پر ہوں گی۔
- نام کا اندراج صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی آفس میں مولانا ایوب اثری حفظہ اللہ کے پاس کرایا جاسکتا ہے۔ بعد نماز ظہر تا مغرب۔
- جو حضرات آفس میں آنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں وہ واٹس اپ کے ذریعہ بھی اپنے ناموں کا اندراج کراسکتے ہیں۔ واٹس اپ پر رجسٹریشن کے لیے اپنا نام، ادارے کا نام اور رابطہ نمبر اس نمبر پر بھیج کر اپنا رجسٹریشن نمبر حاصل کرلیں۔ 7666333033
- رجسٹریشن کرانے والوں کے لیے لازمی ہوگا کہ وہ دورہ تدریبیہ کے دن اپنی مسجد یا ادارے کے لیٹر ہیڈ پر ذمہ داران کے دستخط کے ساتھ تصدیق نامہ لے کر آئیں۔ بصورت دیگر رجسٹریشن منسوخ کردیا جائے گا۔ رجسٹریشن کی آخری تاریخ ۱۵؍اکتوبر ۲۰۱۷ء ہے۔
- دورہ تدریبیہ میں ایک ادارے سے زیادہ سے زیادہ دو ہی افراد کے ناموں کا اندراج کیا جائے گا۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں: شیخ محمد ایوب اثری: 8828441468، شیخ سرفراز فیضی 8080187588، آفس 02226520077

تفصیلی اشتہار عنقریب جاری کیا جائے گا ان شاءاللہ۔

شعبہ دعوت وتبلیغ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

Published by :

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com